Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

رالف رسل کی بہ طور مستشرق غالب شناسی

(RALPH RUSSELL'S GHALIB UNDERSTANDING AS AN ORIENTALIST)

۱۔ ابرار حسین گیلانی

پی ایچ۔ڈی، اُردو اسکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

۲۔ ڈاکٹر نورینہ تحریم بابر

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract:

Ralph Russell (21 May,1918- 14 September, 2008) was an orientalist, well known translator, critic, researcher and British scholar of Urdu language and literature. He is known as Bab-e-Urdu in Britain. He taught Urdu and Urdu literature at the School of Oriental and African Studies (SOAS), University of London. He also wrote articles, essays both in Urdu and English, attended literary seminars and workshops on the subject of his specialization. In Britain, undoubtedly, his research was versatile but this work unveiled Ralph Russell's Ghalib understanding. Many orientalists have performed significant work on Ghalib's personality, poetry and his writing style but Ralph Russell's effort in this regard is unprecedented. He is best known for his work on works by the revered poet Mirza Ghalib. He was awarded with Sitara-e- Imtiaz in recognition of his services for Urdu language and literature by the Government of Pakistan. in this article Ralph Russell's Ghalib understanding as an orientalist has been studied discussed and briefly.

Keywords: Ralph Russell, s Ghalib Understanding, as an Orientalist, British Urdu Scholar, Translator, Researcher and Critic.

رالف رسل ایک انگریز مستشرق (Orientalist) تھے۔ لفظ مستشرق اور اس کی جمع مستشرقین کے معنی و مفہوم سے متعلق ہم یہاں آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

س (عربی) مُشْتَشْرِق

(مُس + تَش + رِق)

شرق مشرِق مُستَشرِق

عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق "صفت" ہے۔ اُردو میں بہ طور اسم مستعمل ہے۔ ۹۶۸۱ء کو "مسافران لندن" میں مستعمل ملتا ہے۔

صفت ذاتی (مذکر۔ واحد)

جمع: مُستشرِقین (مُس + تَش + رِقین)

جمع غیر ندائی: مُستَشرِقوں (مُس + تش + رِقوں (و مجہول)

مشرقی تاریخ، تہذیب، زبان یا علوم وغیرہ کا مغربی ماہر۔

"پروفیسر آرنلڈ جیسے بلند پایہ مستشرق کے علم و فضل اور بصیرت سے استفادہ کی راہیں کھلی ہوئی تھیں۔"(۱)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یعنی کہ لفظ مستشرق سے مراد وہ یورپی اور امریکی ماہر / عالم)" Orientalist " مستشرق) کہلاتا ہے، جس نے ایشیائی ممالک کی زبانوں، ثقافتوں اور دوسرے متعلقہ علوم میں مہارت حاصل کی ہو اور اپنے تحقیقی مطالعہ کے ذریعے ان علوم میں نئی راہیں اور نئے گوشے دریافت کیے ہوں۔ اُردو میں اس اصطلاح " Orientalist "کا ترجمہ "مستشرق" کیا گیا اور اس کی جمع "مستشرقین" ہے۔

مستشرق اور شرقیات کی تعریف کرتے ہوئے ایڈورڈ ڈبلیو۔سعید (Edward w. Said) اپنی کتاب " Orientalism " میں لکھتے ہیں:

> " Anyone who teaches, writes about, or researches the Orient and this applies whether the person is an anthropologist, sociologist, historian and philologist-- either in its specific or its general aspects, is an orientalis and what he or she does is orientalism." (۲)

عام طور پر 'Orient ' سے مراد ایشیا و شمالی افریقہ ہے، یورپ اور امریکا کو 'Occident' یعنی مغرب کہا جاتا ہے۔ مزید برآں مستشرق کی توضیح و تشریح ڈاکٹر علی جاوید کے ہاں یوں ملتی ہے:

> "عام طور پر ہم مستشرق اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو مشرقی یا ایشیائی علوم میں مہارت رکھتا ہو اور ایشیائی عالم وہ ہو گا جو زبان و ادب کے علاوہ کسی ایک ایشیائی علاقے یا ملک کے مطالعے میں دلچسپی رکھتا ہو اور اس مخصوص علاقے کی زبان اس لیے سیکھتا ہو کہ وہ اس کے موضوع کے لیے ضروری ہے۔"(۳)

مختصراً یہ کہ درج بالا حوالوں ہی کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ وہ مغربی عالم جس نے ایشیائی ممالک کی کسی ایک یا کئی زبانوں میں مہارت حاصل کر کے ان کے علم و ادب پر کچھ کام کیا ہو، مستشرق کہلاتا ہے۔ چوں کہ ایشیائی زبانوں میں اردو بھی شامل ہے؛ اس لیے وہ مغربی علما جنھوں نے اُردو زبان و ادب پہ کام کیا اور اس کے فروغ میں حصہ لیا، اُردو مستشرقین کہلاتے ہیں۔

اُردو ادب میں "غالب شناسی" کوئی نئی بات نہیں رہی۔ "غالب شناسی" کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنا غالبؔ کا کلام۔ اُردو ادب سے معمولی نوعیت کا لگاؤ رکھنے والے بھی "غالب شناسی" جیسے مرکب سے بخوبی آشنا ہیں۔ لہٰذا اس ادبی اصطلاح کو آج غالب فہمی کے سلسلے میں، اس کو وسیع تر تناظر میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس اصطلاح کے تحت غالبؔ کے فن، شخصیت، سوانح اور فن سے متعلقہ تمام جہات کو پڑھنے، سمجھنے، جاننے اور تحقیقی انداز میں کام کرنے والے تمام پہلوؤں کو "غالب شناسی" کے زمرے میں لایا جاتا ہے۔ آسان لفظوں میں غالبؔ کے بارے میں سوچنا، سمجھنا، لکھنا، پڑھنا، تفہیم کو آسان اور عام کرنا، نئے پہلوؤں کا کھوج لگانا "غالب شناسی" کے دائرے میں آتا ہے، اس لیے غالبؔ پر کیے جانے والے کام کو "غالبیات" کا نام دیا گیا ہے۔

غالبؔ کے دور سے لے کر آج تک جتنا غالب پر لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے، ماسوائے اقبالؒ کے اس قدر شہرت و عزت اُردو کے کسی دوسرے شاعر کے مقدر میں نہ آسکی۔ غالبیات کا بے بہا خزانہ جمع ہو گیا ہے اور غالب شناسی اب ایک فن کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ غالبؔ پر اتنا کام ہوا ہے کہ غالبؔ پر نئی بات کہنا اور لکھنا بقول شمس الرحمن فاروقی ناممکنات میں سے ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "غالبؔ پر کوئی نئی یا معنی خیز بات کہنا اب آسان نہیں رہا۔ لہٰذا اب غالبؔ پر وہ لکھے جسے اپنی رسوائی مطلوب ہو۔"(۴)

غالب شناسی کا سلسلہ غالبؔ کے دور ہی سے شروع ہوا ہے اور اس قابل قدر سرمائے میں کوئی معقول اضافہ کرنا آسان نہیں رہا۔ حالیؔ نے یادگار غالب لکھی جس نے ارباب علم و ادب کو غالبؔ کی شخصیت اور ان کے شعری و نثری کارناموں کی طرف رغبت دلائی۔ مولانا حالیؔ نے یہ چراغ کچھ ایسی نیک ساعت میں اور مبارک ہاتھوں سے روشن کیا کہ اس کی لَو وقت کے ساتھ ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ بعد ازاں اُردو میں غالب شناسوں کی کھیپ اس قدر وسیع تر ہوتی چلی گئی کہ اب اس کا دائرہ کار اکیسویں صدی تک پھیل چکا ہے اور یہ سلسلہ روزافزوں ترقی اور نت نئی جہات کی منازل طے کرتا چلا جا رہا ہے۔ اُردو کے چند اہم اور قابل قدر غالب شناس: مولانا حالیؔ، شیفتہؔ، امتیاز علی عرشی، ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری، مالک رام، غلام رسول مہر، خلیفہ عبدالحکیم، شیخ محمد اکرام اور شمس الرحمن فاروقی جیسے بلند پایہ اور مستند اہم قلم دکھائی دیتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

اس حقیقت کے پیش نظر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ گزشتہ سو سال کے اندر غالبؔ کے اُردو کلام پر جتنی شرحیں لکھی گئیں، اتنی ہندوستان میں اُردو و فارسی کے کسی شاعر کے کلام پر نہیں لکھی گئیں۔ لہٰذا یہ قیاس ہماری اس بات کو مزید تقویت دیتا ہے کہ غالبؔ کو سمجھنے اور سمجھانے کا مطالبہ عوام اور خواص دونوں میں، غالبؔ کے زمانہ ہی سے مقبول رہا ہے۔

اُردو میں غالب شناسی کی روایت کی طرح، مستشرقین کے ہاں بھی غالب شناسی کی روایت بالکل متوازی دکھائی دیتی ہے۔ غالبؔ کے تلامذہ میں سے ایک مستشرق الگزینڈر ہیڈرلی بھی تھے، جو آزادؔ تخلص رکھتے تھے۔ آزادؔ تلامذہ غالبؔ میں ایک منفرد مقام رکھتے ہوئے، غالبؔ ہی کی طرز پر شاعری بھی کرتے تھے۔ انھوں نے غالبؔ کی پیروی کرتے ہوئے جو اشعار کہے، ان میں سے چند اشعار بہ طور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔ غالبؔ کی معروف غزل "تمھیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے" اتنی پسند آئی کہ اس کی تضمین میں درج ذیل اشعار کہے:

بلا سے میں نہ سہی خاک بھی عدو کیا ہے
تمھیں اسی کی قسم اس کی آبرو کیا ہے
زبان شوخ بیاں کا یہ حسن خو کیا ہے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے(۵)

آزادؔ نے جو غزلیں غالبؔ کی زمینوں میں کہی ہیں، ان میں سلاست، روانی، چاشنی اور ظرافت پہلو بہ پہلو اپنی گل کاریاں بکھیرے ہوئے ہے۔ غالبؔ کی غزل:

"جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا"

کی طرز پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

واعظوں سے سنا کرتے تھے جنت کا بیاں
جب کہ تحقیق کیا کوچہ جاناں نکلا
وہ رخ ہو شربا دیکھ کے کب ہوش رہا
وصل میں بھی تو نہ دل کا ارماں نکلا(۶)

درج بالا اشعار سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آزادؔ نے غالبؔ کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے باعث فخر سمجھا، اس طرح سے ان کا یہ کلام غالب شناسی، غالب فریفتگی اور اردو دوستی کی ایک اعلیٰ مثال پیش کرتا ہے۔ آزاد کے بعد مستشرقین میں غالب شناسی کا سلسلہ بھرپور توانائی اور مختلف جہات کو سمیٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مغربی اقوام کے تمام ممالک میں غالب پر وقیع کام ہوا اور اس طرح سے غالبؔ کی شخصیت اور شاعری کی تفہیم سے مغربی باشندے آشنا ہوئے۔ یہ ان مستشرقین کی شبانہ روز محنت کی بدولت ہی ممکن ہوا کہ جنھوں نے غالب کے تمام پہلوؤں کو سمجھنے کے بعد اپنے "نقطۂ نظر" اور فہم و بصیرت کے مطابق اپنا الگ سے غالب دریافت کر کے مغربی دنیا کے ادبی قارئین کے سامنے کھولی کتاب کی طرح عیاں کر دیا۔

ایڈرین رچ، ڈیوڈ میتھیوز، کرسٹوفر شیکل، این میری شمل، ربراٹ بلائی، ولیم ہنٹ، ڈیوڈ رئے اور رالف رسل وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان مستشرقین نے غالب شناسی کے حوالے سے مشرق و مغرب میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے۔

زیر نظر موضوع چوں کہ رالف رسل کی غالب شناسی کے بابت ہے؛ لہٰذا ان کی غالب شناسی کے عناصر کو اجاگر کرنے کی طرف ہم اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

رالف رسل ایک انگریز مستشرقین، محقق، نقاد، معروف برطانوی اردو اسکالر اور سب سے بڑھ کر غالب شناس تھے اور اسی حوالے سے نمایاں شہرت بھی رکھتے تھے۔ رالف رسل نے اردو ادب کے مقبول و معروف شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب اور ان کے کلام پر چھ کتب تصنیف کیں۔ جن کی بدولت غالب نے انگریزی دانوں میں شہرت و مقبولیت حاصل کی۔

☆ Ghalib, life and letters, 1969.

☆ Ghalib: The Poet and his age (Ed), 1997.

☆ Selection from the Persian Ghazals of Ghalib with translation,1997.

☆ The Famous Ghlalib, 2000.

☆ The Oxford India Ghalib: Life, letters and Ghazals, 2003.

☆ The seeing Eye: Selection from the Urdu and Persian Ghazals of Ghalib, 2003.

ان کتب میں غالب کی اردو و فارسی شاعری کے علاوہ، ان کے خطوط کے تراجم، غالب کی سوانح اور ان پر تنقیدی مضامین بھی شامل ہیں۔ ان کتب کی غرض و غایت سوانح و کلام غالب کو مغربی حلقوں میں متعارف کروانا ہے جس کا اظہار ان تصانیف کی ایک ایک سطر سے نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

رالف رسل کی انفرادیت یہ ہے کہ مستشرقین کے ہاں غالب شناسی کی جو روایت چلی آ رہی تھی، انھوں نے اس روایت کو کسی حد تک اپنای-اضرور، مگر زیادہ تر انحراف کا راستہ اپنایا۔ وہ اس طرح ان سے قبل مستشرقین نے اپنے ذوق اور دوسرے رجحانات کے سبب غالب پر لکھا۔ کسی نے اردو شاعری کو مد نظر رکھا، تو کسی نے اردو و فارسی شاعری کو، بعض نے خطوط کے تراجم بھی کیے مگر رالف رسل کے ہاں یہ سلسلہ آ کر یکجا ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اپنے سے پیش رو غالب شناس مستشرقین سے منفرد اور نمایاں مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ فرانسز رابن سن (Francis Robinson) جو کہ جنوبی ایشیا میں اسلام کے عظیم تاریخ دان تھے۔ رالف رسل کے کارناموں اور ان کی غالب شناسی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " These interaeting strands are key to understanding the nature and direction of Ralph's academic work. His communism led to his study of Urdu so that he could communicate with his Indian sepoys [when posted to the Indian army during wwII]. His belief in love led him, amongst other things, to focus one the great Urdu love poets, in particular Ghalib. His belief in the service of his fellow human beings meant that his academic work had to se socially useful, so his work on Urdu literature was designed to make it accessible to those who knew nothing of the Urdu literary tradition. (۷)

رالف رسل محبت پسند اور عاشقانہ مزاج فطرت کے حامل ہونے کی وجہ سے عشقیہ شاعری سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے۔ اسی بنا پر وہ برصغیر کے عشق و محبت پر لکھنے والے شعرا میں سے خاص طور پر مرزا غالب کی شاعری کو پسند کرتے تھے۔ انھیں خوبیوں کے پیش نظر رابن سن نے مذکورہ بالا اقتباس میں رالف رسل کے "غالب شناس" ہونے کا برملا اعتراف کیا ہے۔

اردو ادب پر رالف رسل کی نظر وسیع اور عمیق تھی۔ ان کو خصوصی طور پر اُردو ادب کی تاریخ سے دل چسپی تھی۔ رالف رسل کو اُردو شاعری سے بھی فطری لگاؤ تھا، وہ اُردو ادب کی سب سے عمدہ اور بہترین صنف غزل کو قرار دیتے تھے، جب کہ غزلیات کے حوالے سے بھی ان کی نگاہ کا محور و مرکز غالبؔ ہی کی غزلیں ٹھہری۔ چوں کہ

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ان کو غالبؔ کی غزلوں میں ہر وہ مضمون اور جدت طرازی نظر آئی، جو کہ ان کے ذوق سلیم اور طبع فکر سے مطابقت رکھتی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ دنیا مانتی ہے کہ غالبؔ انیسویں صدی کے عظیم ترین غزل گو شاعر تھے۔ اسی طرح یہ بھی مانتی ہے کہ ان کی غزلوں میں تنوع، خاص جدّت اور امتیازی رنگ پایا جاتا ہے۔ رالف رسل لکھتے ہیں:

" You may wonder how, within a form where themes and situations and imagery are prescribed in such detail, a poet can say anything new and distinctive. Well, firstly his style is distinctive-- just as, to use a rough parallel, a man, s handwriting is distinctive even if he writes the identical words that another man has written. And more important, the limitations of theme are not as severe as one might think." (۸)

درج بالا اقتباس کے تناظر میں اس بات کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رالف رسل کی کہی ہوئی بات بھی، ان کے غالب شناس ہونے کا برملا اشارہ کرتی ہے، کیوں کہ غالبؔ نے بھی اپنی غزل کے ایک شعر میں اپنے انداز بیاں کے منفرد ہونے کا اظہار یوں کیا ہے:

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

مزید بر آں غالبؔ کی شاعری کی بہترین، مخصوص اور امتیازی صفات کی نشان دہی کرتے ہوئے، وہ بیان کرتے ہیں:

" If I were to single out what seem to me to be the most characteristic, distinctive qualities which his Urdu poetry reveals, I would say that they are: firstly, a keen, unsentimental, detached observation of man and God and the universe; secondly, a strong sense of independence and self - respect; thirdly, a conviction of the originality and of the value to mankind, of what he has to say and a determination to say it, upholding his beliefs to the end, no matter what other men may think of them (it is here above all perhaps that the ghazal tradition meets his needs most perfectly); fourthly, an ability to enjoy to the last drop everything that life brings and yet to hold aloof, not to be trapped or enslaved by desire for the things he loves; and finally, a dry, irrepressible, unabashed humour which he is capable of bringing to the treatment of any theme, not excluding those on which he feels with the greatest seriousness and intensity. It is this last quality which has especially endeared him to successive generations of his readers. (۹)

محولہ بالا اقتباس کی روشنی میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ رالف رسل نے اپنی تنقیدی بصیرت (تاثراتی تنقید) کا بہ خوبی استعمال کرتے ہوئے، غالبؔ کی شخصیت اور شاعری میں چھپے ہوئے عناصر اور گوشوں کو مغربی حلقوں کے سامنے اجاگر کر دیا ہے جس کی بدولت مغرب کے باشندے غالبؔ کی ذات اور ان کی شاعری سے بدرجہ اتم آشنا ہوئے۔

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

رالف رسل نے غالبؔ کی غزلوں سے ایسے اشعار کا چناؤ کیا جو کہ ان کے نزدیک زندگی کے فلسفے اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے بہترین قرار پاتے ہیں۔ انھوں نے ایسی غزلوں کا انتخاب کیا کہ جن میں فلسفہ زندگی، خدا، انسان، کائنات، تصوف، عزت نفس، خودداری اور مہر والفت وغیرہ جیسے بلند خیال مضامین پائے جاتے ہیں۔ رالف رسل کا کہنا ہے کہ غالبؔ دنیاوی محبت کی مسرتوں سے واقف تھے اور بہت سے اشعار میں اس کا اظہار بھی ملتا ہے مثلاً:

نیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

Sleep is for him, and pride for him, and nights for him

Upon whose arm your tresses all dishevelled lay.(۱۰)

رالف رسل کے نزدیک غالبؔ کے میلانات کے پیش نظر یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے کہ عشق مجازی کے روایتی بیان میں بہت سے ایسے اشعار کے علاوہ جو مضمون سے زیادہ اسلوب کے اعتبار سے امتیازی شان کے حامل ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں جن میں عاشق کے حقوق پر اس محبوبہ کے حقوق کے برابر یا ان سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ غالبؔ کی ایک غزل کا مطلع ہے:

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے؟"
تمھیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

To every word that I utter you answer, 'What are you?'

You tell me, is this the way, then, I should be spoken to? (۱۱)

اسی طرح رالف رسل ایک اور غزل کے مطلع کا حوالہ دیتے ہیں کہ جس میں وہ اس کی طنز کا جواب دیتے ہیں کہ انھیں محبت کے بجائے وحشت کا عارضہ لاحق ہے۔

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

It is not love, but madness'? Be it so.

My madness is your reputation thought. (۱۲)

رالف رسل کے نقطۂ نظر کے مطابق یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ غالبؔ سے پہلے کسی شاعر نے اپنے محبوب کے بارے میں یا اسے مخاطب کر کے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیے؛ لیکن یہ کہنا یقیناً صحیح اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسا جرأت مندانہ، شُستہ ورفتہ اور مذاقیہ لہجہ غالبؔ کے ہاں ان کے پیش رو شعراء سے کہیں زیادہ پایا جاتا ہے۔ مزید برآں وہ کہتے ہیں کہ غالبؔ کی اسی غزل کو دوست بھی کہا جاتا ہے، گو دوستانہ جذبات بالعموم صرف عاشق کے دل میں ہی ہوتے ہیں تو ان کے لہجے میں احترام کا عنصر قریب قریب ناپید ہوتا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟
ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

A lover needs no more than this to work his ruin utterly

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

You are his friend. What need is there for fate to be his enemy? (۱۳)

رالف رسل ان حالات کے تناظر میں اسی غزل کے اگلے شعر کا حوالہ دیتے ہیں کہ جس میں غالبؔ اس ظالمانہ سلوک کے خلاف احتجاج کرتے ہیں، جو اُن کے محبوب کے دعوے کے مطابق انھیں آزمانے کے لیے روا رکھا جاتا ہے:

یہی ہے آزمانا، تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟

عدو کے ہو لیے جب تم، تو میرا امتحاں کیوں ہو؟

If this is testing, can you tell me, what would persecution be?

It was to him you gave your heart; what do you want with testing me? (۱۴)

اسی صورت حال کے پیش نظر، رالف رسل نے غالبؔ کی ایسی شاعری کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر اس وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے:

> "But if these verses are especially characteristic of Ghalib, there are plenty more that are closer to the main tradition in their handling of the themes of earthly love. To those who have, so to speak, grown up in the company of the ghazal i think that perhaps these present no problem. To us in the West, they do. We have seen that Ghalib was not the man to bind himself in the bonds of a single love. Why then does he so often speak as though he were? If one takes the whole range of these verses, I think the answer is is threefold. Firstly, some are there to show that he too can handle these themes just as well as the great masters of the past; and he does indeed show this. Secondly, in somne of them he is creating in fantasy the beloved which real life denied him, and pouring out to her all the intensity of feeling which no real woman in his life ever inspired in him. And, stated in these terms, his situation is not an uncommon one in the history of the ghazal"(۱۵)

بہر کیف یہاں رالف رسل نہ صرف غالبؔ کی شاعری کے مترجم کے طور پر ہمارے سامنے اجاگر ہوتے ہیں، بل کہ اپنے تنقیدی شعور کے سبب غالب اور ان کی شاعری پر اپنا مدلّل نقطۂ نظر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے بیان کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ یہی امر ان کو دوسرے غالب شناس مستشرقین سے ممتاز کرتا ہے۔

رالف رسل نے یہ بھی پرکھا کہ غالبؔ کے کردار اور شخصیت، نیز غزل کی روایت کے انداز میں اُن محسوسات کے اظہار سے اس کی واضح تطابقت فوراً نظر آسکتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عاشق وہ انسان ہے جسے عشق ہمہ سوز نے مکمل طور پر بدل دیا ہے اور جس پر خود یہ حالت نہیں گزری اس کے لیے یہ ایک ایسی چیز ہے جسے محض خیال اور جذبے کے زور پر سمجھنے کی ابتدا بھی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم یہی تجربہ عاشق کی زندگی کو معنی عطا کرتا ہے۔ رالف رسل کے مطابق کہ وہ شخص جو شاعر ہے اور محسوس کرتا ہے کہ وہ اس کیفیت میں مبتلا ہے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لیے غزل میں عاشق کی کیفیات کی تصویر کشی کو اپنے تجربے کی علامات کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ ان کے خیال میں غالبؔ نے بہ طور شاعر اور انسان دونوں طرح یہ محسوس کیا کہ ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی اور انھوں نے غزل کو اس طریقے سے استعمال بھی کیا۔ شاعری کے میدان میں ان کے عظیم پیش رو، میرؔ کی زبان اکثر و بیشتر بے حد صاف اور شستہ ہے، غالباً اسی کے سبب وہ ایک استعارے میں اپنے متعلق کہتے ہیں:

ع   نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زبان میری

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مذکورہ مصرع ہی کے بابت رالف رسل کا کہنا ہے کہ غالبؔ اپنے کلام کے ایک بڑے حصے اور خاص طور پر اپنی فارسی شاعری کے بارے میں جس پر انھیں اتنا ناز تھا، یہ بات لفظی معنوں میں کہہ سکتے تھے اور استعارتاً تو ان کی اردو شاعری پر بھی صادق آتی تھی۔ کیوں کہ ان کے بہترین اردو کلام میں صرف تھوڑا سا حصہ ہی ایسا ہے جس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ صرف ان کے انداز بیان کا ابہام، ان کے سامعین کے لیے مشکل کا باعث بنتا تھا۔ بیشتر حصے کے بارے میں یہ سامعین کے اندر فقدان رہا، جس کی بنا پر ان اشعار کو جن میں غالبؔ کی اپنی روح کا نچوڑ موجود ہوتا، وہ داد نہ ملتی جس کے وہ جائز طور پر مستحق گردانے جاتے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ رالف رسل، غالبؔ کی ۶۸ سال کی عمر میں لکھے ہوئے ایک خط کا حوالہ بہ طور دلیل پیش کرتے ہیں:

Writing to his friend Alai in his sixty-eight year he says:

> "I share your inauspicious stars, and feel your pain. I am a man devoted to one art. Yet by my faith I swear to you, my verse and prose has not one the praise it merited. I wrote it, and I alone appreciated it." (۱۶)

۶۸ سال کی عمر میں وہ اپنے دوست علائی کو لکھتے ہیں:

> ”میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں۔ اگرچہ یک فنہ ہوں، مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم، میں نے اپنی نظم ونثر کی داد بانداز ہٗ بایست پائی نہیں۔ آپ ہی کہا، آپ ہی سمجھا۔“

محولہ بالا اقتباس کے پیش نظر رالف رسل نے غالبؔ کی زندگی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک عام آدمی کی حیثیت میں بھی انھیں اکثر یہ محسوس ہوتا کہ وہ بالکل تنہا ہیں۔ غالبؔ اس تنہائی کو اس وقت اور بھی شدت سے محسوس کرتے جب وہ اپنی اس حالت کی وجہ پر غور کرتے تھے، کیوں کہ وہ یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوگئے کہ ان کی یہ حالت، اس لیے ہوئی کہ وہ ان معیارات کے مطابق اپنی زندگی گزارتے تھے جن کا دعویٰ تو ان کے احباب کرتے تھے؛ لیکن ان پر عمل کرنے میں وہ غالباً اکیلے ہی تھے۔ مزید برآں رالف رسل کا کہنا ہے کہ غالبؔ نے ان لوگوں کے دعوؤں کی عملی قدر و قیمت ۱۸۴۷ء میں خوب دیکھ لی۔ جب انھیں سزائے قید ملی، مگر دلّی اور مضافات دلّی میں ان کے تمام دوستوں میں سے صرف شیفتہؔ نے ان کا ساتھ دیا اور ان سے اپنی دوستی کا حق ادا کیا۔

رالف رسل نے غالبؔ کی غزلوں کے اشعار میں چھپے ہوئے بہت باریک بین فلسفیانہ نکات کی بھی نشان دہی کی ہے ان کے مطابق جب غالبؔ اپنی غزلوں میں ایک خوب صورت عورت کے، سچے عاشق کے روپ میں پیش کرتے ہیں جو اس کے جور وجفا کو بہ خوشی برداشت کرتا ہے، تو اکثر وبیشتر وہ روایتی علامات کی زبان میں اپنی اقدار کی پختگی یا اپنی شاعری کی اعلیٰ صفات پر اپنے غیر متزلزل یقین کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں اور یہ بھی اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ جب تک ان کے دم میں دم ہے، وہ اس کا اعلان کرتے رہیں گے۔ اس کی مثال وہ درج ذیل شعر کے ذریعے پیش کرتے ہیں:

لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خوں چکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

> I filled the blood-stained pages with the story of my love. And went on writing, even though my hands were smitten off. (۱۷)

انھوں نے غالبؔ کی غزلوں سے ایسے اشعار کا بھی انتخاب کیا جو عشقیہ نہیں، بل کہ ان میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کہ رالف رسل کے نزدیک کسی دوسرے اردو شاعر کے ہاں مفقود ہیں۔ مثلاً غالبؔ اپنی خواہشوں اور ارمانوں سے متعلق شدید جوش کا اظہار کرتے ہیں:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

Desires in thousands each so strong it takes away my breath a new
And many longings were fulfilled many, but even so too few. (۱۸)

رالف رسل کو غالب کا یہ انداز بھی خوب بھایا کہ کس طرح دلیری و بہادری اور خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، غالب مروّجہ مذہب کے مطالبات سے مطابقت پیدا کرنے میں اپنی معذرت یوں بیان کرتے ہیں:

جانتا ہوں ثواب طاعت و زُہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

The meek ascetic wins reward in heaven
I know, but I cannot incline that way. (۱۹)

شاعری کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رالف رسل کو غالب کا یہ لب ولہجہ بڑا دل کش اور منفرد لگا:

نہ گل نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

I am not melody, I am no lute
I am the sound that my own breaking makes. (۲۰)

غالب کے اشعار جو اپنی نہاد میں ایک طرف کلاسیکی شاعری کے تمام لوازمات کی ارفع ترین مثال ہیں، وہیں گنجینۂ معنی کے طلسم، استعارہ، ابہام اور پرواز تخیل کے باعث معجزہ فن کا عظیم ترین شاہکار ہیں۔ ایسے اشعار کا انگریزی ترجمہ غیر معمولی بصیرت کا تقاضا کرتے ہیں مگر مذکورہ بالا اشعار کے انگریزی تراجم کے حوالے سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ رالف رسل نے بہ طور مترجم کے بلا کم و کاست غالب کے الفاظ کا ترجمہ موثر انداز میں کیا ہے۔ ان سے بہ طور مترجم کے جو "کمالات" سرزد ہوئے ہیں وہ آپ اپنی مثال ہیں۔

غالبؔ کی غزلوں کے اشعار میں پنہاں تعبیرات اور معنی و مفہوم کے بابت رالف رسل لکھتے ہیں:

"Interpreted in this sense, many of the verses that on first reading seem to be depictions of love of man for woman are instead (or, perhaps, as well) expressions of emotions and belief which fall with in the traditional category of mystic love of God but which, I have suggested, a modern audience understands most readily as dedication to ideals which are not necessarily religious. (۲۱)

مذکورہ بالا اقتباس کے پیش نظر رالف رسل نے مزید یہ واضح کیا ہے کہ جہاں غالب نے ذرا زیادہ واضح طور پر صوفیانہ روایت کے مطابق قلم آرائی کی ہے، وہاں بھی ان اشعار میں اسی قسم کا تنوع ہوتا ہے، جو عشق مجازی کی وارداتوں کے بیان میں لکھے ہوئے شعروں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً کے طور پر ایسے اشعار بھی ہیں جن میں ان کے

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

محبوب حقیقی، یعنی خدا کی جانب ویسے ہی بے باک، قریب قریب گستاخانہ روّیے کا اظہار ہے، جیسے کچھ ایسے اشعار میں ہے جن میں انھوں نے اپنی دنیاوی مجبوبہ کو مخاطب کیا ہے۔ غالبؔ کے اشعار میں موجود اس نقطۂ نظر کو بھی رالف رسل نے نمایاں کیا ہے کہ غالبؔ خدا سے بھی اپنی عزت نفس کے شایاں سلوک کی توقع رکھتے ہیں:

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا

I serve you: Yet my independent self-respect is such
I shall at once turn back if I should find the Ka'ba closed. (۲۲)

اسی طرح اور کئی اشعار میں بھی رالف رسل نے اس بات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ غالبؔ نے یہ واضح کیا ہے کہ انھیں ایسا سلوک ملتا تو ہے لیکن ہمیشہ نہیں۔ غالب کے شعر میں موجود ایک اور پہلو کو منظر عام پر لاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کراماً کاتبین انسان کے اچھے اور بُرے اعمال لکھتے جاتے ہیں اور ان کی تحریری شہادت کی بنا پر قیامت کے دن اس کی قسمت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالبؔ پوچھتے ہیں "یہ کیسا عدل ہے؟ آپ استغاثہ کی گواہی تو لیتے ہیں؛ لیکن صفائی کے گواہوں کے بارے میں کیا حکم ہے"؟ رالف رسل اس بات کو تقویت دینے کے لیے غالبؔ کے درج ذیل شعر کا سہارا لیتے ہیں:

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

The angels write, and we are seized. Where is the justice there?
We too had someone present when they wrote their record down. (۲۳)

غالبؔ کی انسان دوستی، ان کی شاعری اور شخصیت میں پائے جانے والے دوسرے خصائص کے متعلق رالف رسل یوں تبصرہ کرتے ہیں:

But if he sees himself as unique among men, he fully accepts, in line with the whole tradition of the ghazal, his oneness with his fellow men, the value of men as man, regardless of his formal religious and other allegiances. We have seen one aspect of this belief in his assertion of the rights of man in his relationship with God. He asserts the same values in relationships between man and man. And here he is not simply following a poetic convention. He was a man who fad a wide circle of friends in all communities - Muslim, Hindu and British - and he rejected all nerrow communal and national prejudices in his dealings with them."(۲۴)

مزید برآں ان کا کہنا ہے کہ غالبؔ اپنے متعقدین کی طرح یہ بھی جانتے ہیں کہ لوگوں کے لیے انسان دوستی کے اصولوں پر ثابت قدم رہنا کتنا مشکل ہے۔ وہ اس کا اظہار ظاہری تناقض (Paradox) کی صورت میں کرتے ہیں:

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

How difficult an easy task can prove to be!

Even a man does not attain humanity. (۲۵)

غالبؔ کے اشعار میں چھپی رمزیت اوراس نوعیت کے دوسرے عناصر کونمایاں کرنے کے حوالے سے رالف رسل کا کہنا ہے کہ غالبؔ اس نوعیت کے فلسفیانہ نقطۂ نگاہ سے بہ خوبی آشنا تھے؛اس لیے وہ انسانی ڈرامے اور اس کائنات پر جہاں یہ کھیلا جارہاہے نظر ڈالتے ہیں یعنی کہ انھیں احساس ہے کہ کائنات کے دامن میں دونوں قسم کی خوشیاں کتنی محدود ہیں۔اسی بناپر وہ اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ انسان کو بھرپور زندگی بسر کرتے ہوئے اس کے ہر عطیے کو عزیز جاننا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اس کی مسرتیں ہی نہیں بل کہ اس کے مصائب بھی۔ لہٰذا اسی بات کے تناظر میں رالف رسل نے کہاہے کہ غالبؔ بنی نوع انسان کو رنج و غم اور مصائب وآلام سے ہمہ وقت نبرد آزما اور اس کا خوگر ہونے کادرس دیتے ہیں:

رنج سے خُوگر ہوا انساں تو مٹ جاتاہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

When one becomes inured to sorrow, sorrow vanishes Such hardships have

befallen me that life is easy now. (۲٦)

اُردو شاعری کے تراجم کے علاوہ رالف رسل نے غالبؔ کی فارسی شاعری کو بھی ترجمے کالبادہ پہنایا ہے۔

بزم ترا شمع وگل خستگی بو تراب
سازِ ترا زیروبم واقعۂ کربلا

Ali's defeat is light and rose gracing your assembly

Karbala's tragedy a tune that issues from your lute. (۲۷)

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالبؔ
شعر خود خواہش آں کرد کہ گرد دفنِ ما

Ghalib, it was not by your whish that you attained this rank

Poetry came itself and asked if it might be your craft.(۲۸)

غالبؔ بریدم از ہمہ خواہم کہ زیں سپس
کنجے گزینم و بپرستم خدائے را

Ghalib has cut all ties with life. Henceforth his one desire

Is to retire into his niche and there to worship God.(۲۹)

دُردِ روغن بہ چراغ و کدرِے بہ ایاغ
تا خو داز شب چہ بجا ماند کہ مہمان شدہ است

The lamp holds only dregs of oil, the wine-cup only less

None of the joys of night remain-and now my guest has come! (۳۰)

مذکورہ بالا فارسی اشعار کے انگریزی تراجم میں اس امر کو بآسانی دیکھا جاسکتا ہے کہ رالف رسل نے بڑے ذوق، چابک دستی اور فن ترجمہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ان اشعار کو انگریزی میں ڈھلنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ ان تراجم کے ذریعے بھی مغربی قارئین غالبؔ کی فارسی شاعری میں چھپے ہوئے عناصر اور پہلوؤں سے آشنا ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ کاوش بھی بہ طور مستشرق لائق تحسین ہے اور رالف رسل کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اُردو و فارسی شاعری کے تراجم کے بعد رالف رسل نے غالبؔ کے خطوط کو ترجمے کا روپ دیا ہے۔ چوں کہ رالف رسل انڈین آرمی کی حیثیت سے برصغیر پاک و ہند میں تقریباً ساڑھے چھ سال گزار چکے تھے؛ اس لیے وہ مزید برآں غالبؔ کے دور کی تہذیب و تمدن اور سیاسی و اقتصادی حالات سے آشنا ہونا چاہتے تھے۔ بدیں وجہ انھوں نے غالبؔ کے خطوط کا ترجمہ پیش کیا، کیوں کہ ان خطوط میں وہ تمام حالات و واقعات اور عناصر بدرجہ اتم تھے جو کہ رالف رسل کے مطمح نظر تھے۔ تاہم اس کے علاوہ انھوں نے غالبؔ کے خطوط ہی کی روشنی میں نہ صرف اس دور کے حالات و واقعات سے مغربی دنیا کو آگاہی فراہم کی، بل کہ ان خطوط کو مد نظر رکھتے ہوئے غالبؔ کی سوانح و شخصیت کو ترتیب کے ساتھ مرتب کرنے کی ایک کامیاب شعوری کوشش بھی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان معاملات کے حوالے سے انھوں نے اپنا نقطۂ نظر بھی کھل کر بیان کیا ہے۔ لہٰذا غالب کے یہ خطوط نہ صرف ان کی ذاتی اور گھریلو زندگی کے بابت مکمل آگاہی دیتے ہیں، بل کہ اس زمانہ کے تمام سیاسی و معاشرتی اور دوسرے حالات و واقعات کے متعلق بھی مکمل معلومات بہم پہنچاتے ہیں:

" What Ghalib did during the' Muting ' we know for the most part, from his own accounts, In a letter Sarur to written eighteen months later (November 18, 1858) he writes:

' On May 11,1857 the disorders began here on that same day I shut the doors and gave up going out. One cannot pass the days without something to do, and I began to write my experiences, appending also such news as I heard from time to time. But I made it a binding rule to write it in ancient Persian, the language of Dasatir, and except for the proper names, which, of course, cannot be altered, to use no Arabic words. It was the established tradition in Ghalib's day to choose the title of a work not to indicate its content but rather to assert in poetic metaphor its literary worth; he accordingly entitled this work Dastambu ('A Posy of Flowers). It continued to occupy him on and off for fifteen months'. " (۳۱)

یہاں رالف رسل زمانہ غدر ۱۸۵۷ء کے دوران مرزا غالبؔ کی کیفیات اور مصروفیت کا ذکر کرتے ہیں۔ غالبؔ کے اس خط کے انگریزی ترجمے میں ان دنوں کا مکمل نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ ترجمے میں یہ بات واضح ہے کہ غدر کے زمانے میں مرزا غالبؔ دلی سے بل کہ گھر سے بھی باہر نہیں نکلتے تھے۔ جونہی بغاوت کا فتنہ اٹھا انھوں نے گھر کا دروازہ مقفل کر لیا اور گوشہ تنہائی میں غدر کے حالات لکھنے شروع کیے۔ اس خط میں بیان کردہ حالات کے تناظر میں رالف رسل کا کہنا ہے کہ غدر کے ایام ان پر نہایت

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مصیبت کے گزرے۔ آمدنی بالکل مفقود اور خرچ بدستور۔ مگر ان کے ہندو دوستوں نے ان ایام میں ان کی خبر گیری کی۔ خط کے اس ترجمے میں بالکل عام فہم اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے؛ لہٰذا ان خطوط کے تراجم کے ذریعے بھی مغربی باشندوں کو غالبؔ اور اس دور کی تمام معلومات دستیاب ہوئیں ہیں۔ رالف رسل کا یہ کام بھی بہ طور مستشرق لائق ستائش ہے اور ان کی غالب فہمی کا واضح ثبوت ہے۔ غالبؔ کے خطوط کے بابت آل احمد سرور کا کہنا ہے:

"غالبؔ پہلے شخص ہیں جو اپنے خطوں میں اپنی شخصیت کو بے نقاب کرتے ہیں۔۔۔ اور اس شخصیت کا کمال یہ ہے کہ عظمت و رفعت کے بجائے وہ انسانیت پر اعتماد کرتی ہے۔۔۔ غالبؔ آسمان پر ہو یا زمین پر، ہر جگہ منفرد ہے۔ وہ جس انداز سے مانگتا ہے، دوسرے اس انداز سے دے بھی نہیں سکتے۔"(۳۲)

غالبؔ کے خطوط میں جہاں سنجیدگی بیان، فکر خیال کی ندرت، غم والم اور کسمپرسی حالات جیسے عناصر تو ملتے ہیں، مگر ان کے ساتھ ساتھ ان کی ظرافت وطنز اور حس مزاح سے بھی آشنائی ہوتی ہے۔ رالف رسل لکھتے ہیں کہ جب مرزا غالبؔ قید سے چھوٹ کر آئے تو میاں کالے صاحب کے مکان میں آکر ٹھہرے تھے۔ ایک روز میاں کے پاس بیٹھے تھے، کسی نے آکر قید سے چھوٹنے کی مبارک باد دی۔ تب انھوں نے کہا"کون بھڑوا قید سے چھوٹا ہے؟ پہلے گورے کی قید میں تھا اب کالے کی قید میں ہوں۔" رالف رسل اس وقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

" One day he was sitting with Miyan Kale when an acquaintance called to congratulate him on his release from prison. " Release? who's been released? " said Ghalib, " I have come out of the white man's prison into the black man's prison."(۳۳)

یہی وہ انداز گفتگو ہے جو کہ لطیفہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ غالبؔ کے ہاں موقع محل کے مطابق برجستہ اور فی البدیہہ اس طرح کے لطائف کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ رالف رسل کو غالبؔ کی شخصیت کا یہ پہلو اور انداز بڑا دل کش اور منفرد لگا؛ اس لیے انھوں نے غالبؔ کی شخصیت کے اس پہلو کو مغربی حلقوں کے سامنے آشکار کیا، جس کی بدولت مغرب کے لوگ غالب کی طنز و ظرافت اور خوش طبعی مزاج سے بھرپور واقف ہوئے۔

ان صفحات میں بیان کیے گئے اہم نکات کی روشنی میں ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ رالف رسل نے انگریزی دانوں کے درمیان اردو اور اپنے پسندیدہ شاعر غالبؔ کو روشناس کرایا۔ اردو کے فروغ کے لیے ان کی کوششیں عملی ہیں، بحیثیت استاد بھی اور بحیثیت تنظیم کار بھی۔ ہماری بات کی مزید برآں تائید کرنل محمد خان کے اس بیان سے بھی مترشح ہوتی ہے:

"یہ انگریز تو براہ راست کوثر میں دھلی ہوئی قلعہ معلی کی اردو بول رہا تھا اور فقط اردو ہی نہیں غالبؔ پر بول رہا تھا یعنی بیان کی تاثیر تو تھی ہی ذکر بھی اس پری وش کا تھا جو آسان کام نہ تھا۔"(۳۴)

رالف رسل کے تراجم پڑھنے کے بعد یہ احساس مزید پختہ ہوجاتا ہے کہ ان کو دونوں بعید المزاج زبانوں پر کیسا اور کس سطح کا تصرف تھا۔ الفاظ کے موزوں اور متن کے تناسب سے برمحل انتخاب پر جیسی قدرت ان کو تھی، کم ہی کسی مستشرق کو نصیب ہو گی۔ علاوہ ازیں کلاسیکی غزل کے مزاج، مناسب لفظی اور علائم و رموز کے نظام سے گہری واقفیت کے ساتھ ساتھ، بین السطور میں جھانکنے کی صلاحیت کی عکاسی، ان کے تراجم سے ہوپاتی ہے۔ تاریخی اور ادبی ہر دو لحاظ سے کلام غالب کے یہ تراجم مستشرقین غالب شناسی میں انفرادیت کے حامل ہیں یعنی کہ رالف رسل کے تراجم میں غالبؔ کے متن اور اس کے مفہوم کو مقدم رکھا گیا ہے۔

غالبؔ کے چند شعر سمجھ لینا ایک بات ہے اور خود غالب کو سمجھنا دوسری بات ہے۔ رالف رسل سالم غالب شناس مستشرقین تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی اردو کی ترویج واشاعت کی فکر، اس کی تدریس اور غالبؔ کو مغربی دنیا میں متعارف کرانے میں گزاری۔ بلاشبہ رالف رسل ایک ایسے مستشرق تھے جن پر اردو دنیا کو فخر و ناز رہے گا۔ تمام بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ رالف رسل کے اسلوب بیاں، لب ولہجہ اور تراجم میں غالب شناسی کے عناصر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں غالب شناسی کی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

روایت کا سلسلہ جو چلا آرہا ہے، ان میں رالف رسل کا بہ طور مستشرق غالب شناس مقام و مرتبہ بالکل منفرد اور نمایاں ہے۔ الغرض یہ کہ غالب شناسی کے حوالے سے وہ انگریزی کے اس جملے کے مصداق اپنی شہرت خاص رکھتے ہیں:

"He is best known for his work on works by the revered poet Mirza Ghalib."

لہٰذا رالف رسل کی غالب شناسی، اردو دوستی اور اردو زبان و ادب سے متعلق دوسری خدمات کے اعتراف میں، حکومت پاکستان نے انھیں ستارہ امتیاز سے نوازا۔ جب کہ برطانیہ میں "بابائے اردو" کے لقب سے شہرت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ماہ نامہ، قومی زبان، (کراچی: اگست ۱۹۹۲ء)، ص: ۵۴

۲۔ Edward W. Said; Orientalism; (Delhi: Penguin Books; 2001), p.2

۳۔ علی جاوید، ڈاکٹر: برطانوی مستشرقین اور تاریخ ادب اردو، (دہلی: ثمر آفسٹ پریس، ۱۹۹۲ء)، ص: ۲۷

۴۔ فاروقی، شمس الرحمن: غالب کے چند پہلو، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۱ء)، ص: ۴

۵۔ شہناز صبیح: غالب کے ایک شاگرد: الگزینڈر ہیڈرلی آزاد، مشمولہ: ماہ نامہ، (آج کل، نئی دہلی: جلد ۶۴، شمارہ ۷، فروری ۲۰۰۶ء)، ص: ۷۱

۶۔ ایضاً، ص: ۸۱

۷۔ Francis Robinson: Molteno M: Ralph Russell: Teacher, School and friend; (Pakistaniaat:A Journal of Pakistan Studies; Vol.1.NO.2;2009);p.18

۸۔ Ralph Russell: The Pursuit of Urdu Literature,(New Delhi: Oxford University Press; 1992), p.63

۹۔ Ibid,p.63

۱۰۔ Ralph Russell: The Famous Ghalib,(Ne0w Delhi: Roli Book PVT; 2000),p.148

۱۱۔ Ibid,p.197

۱۲۔ Ralph Russell; The Pursuit of Urdu Literature;p.65

۱۳۔ Ibid,p.66

۱۴۔ Ibid,p.66

۱۵۔ Ibid,p.66

۱۶۔ Ralph Russell: The Oxford India Ghalib: Life; letters and Ghazal, (New Delhi: Oxford University Press; 2003),p.175

۱۷۔ Ralph Russell: The Famous Ghalib; p.181

۱۸۔ Ibid,p.66

۱۹۔ Ibid,p.66

۲۰۔ Ibid,p.66

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

۲۱۔ Ralph Russell; The Pursuit of Urdu Literature;p.69

۲۲۔ Ralph Russell: The Famous Ghalib; p.123

۲۳۔ Ibid,p.66

۲۴۔ Ralph Russell; The Pursuit of Urdu Literature;p.71

۲۵۔ Ralph Russell: The Famous Ghalib; p.110

۲۶۔ Ibid,p.66

۲۷۔ Ralph Russell: Selection from the Persian Ghazals of Ghalib With Translation,(Lahore: Pakistan Writers Co.Operative Society; 3rd Edition; 2010), p.9

۲۸۔ Ibid,p.66

۲۹۔ Ibid,p.66

۳۰۔ Ibid,p.66

۳۱۔ Ralph Russell: Ghalib:Life and Letters,(New Delhi: Oxford University Press; 1994), p.132

۳۲۔ آل احمد سرور: تنقیدی اشارے (لکھنؤ: ادارہ فروغ اردو، ۴۶۹۱ء)، ص:۱۶

۳۳۔ Ralph Russell: Ghalib:Life and Letters p.72

۳۴۔ محمد خاں، کرنل، بسلامت روی، (لاہور: غالب پبلشرز، اکتوبر ۲۹۹۱ء)، ص:۹۴